مرزا مقبول بیگ بدخشانی

سکندرِ اعظم

ایرانِ قدیم میں تیسری حکومت کا بانی

(۳۳۶ ق م تا ۳۲۳ ق م)

سرزمینِ ایران میں حکومت کا تیسرا دور سکندر اعظم سے شروع ہوتا ہے، جس نے ہخامنشیوں کی عظیم ایرانی حکومت ختم کر کے یونانی حکومت کی تاسیس کی۔

سکندر مقدونیہ کے حکمران فیلقوس کا بیٹا تھا جس نے ہخامنشی بادشاہ داریوش اعظم (Darius the Great) کے حملوں کا سدِباب کرنے کے لیے نہ صرف یہ کہ بہت بڑی جمعیت پیدا کر لی تھی بلکہ تمام یونانی ریاستوں کو ایک مرکز پر لا کر ان کی قیادت بھی حاصل کر لی تھی۔ اور اب اس کا ارادہ تھا کہ داریوش اعظم سے سابقہ حملوں کا انتقام لینے کے لیے ایران پر حملہ کرے۔ وہ اس عظیم مہم کا آغاز کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے خلاف سازش ہوئی اور وہ ایک شخص پازانیاس کے ہاتھوں ۳۳۶ ق م میں قتل ہو گیا۔

ولادتِ سکندر کے مختلف افسانے

عظیم شخصیتوں کی ولادت کے متعلق عموماً طرح طرح کے افسانے مشہور ہو جاتے ہیں۔ اسی قسم کے افسانوی دھندلکے سکندر اعظم کی ولادت پر بھی چھائے ہوئے ہیں۔ بعض قدیم مورخ

۱۔ بحوالہ ایران باستان: حسن پیرنیا: جلد دوم: ۱۲۱۴

روایات کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یونان کے قدیمی دیوتا زی اوس کی روح نے سکندرِ اعظم کی شکل میں جنم لیا"۔ فردوسی نے اپنے شاہنامہ میں بتایا ہے کہ سکندر، ایرانی بادشاہ داریوش اعظم کا بیٹا تھا جس نے فیلقوس کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ کسی وجہ سے ناراض ہو کر اسے طلاق دے دی۔ وہ ایران سے نکل کر مقدونیہ اپنے والد کے گھر آ گئی اور یہاں اس کے بطن سے سکندر نے جنم لیا، جس نے شعور کو پہنچ کر ایران کا تخت و تاج حاصل کرنے کے لیے ایشیائی مہم کا آغاز کیا کیونکہ وہ اس کا حقیقی وارث تھا۔ ابنِ اثیر[1] نے اسے سکندر ذوالقرنین سے تعبیر کیا ہے۔ نظامی گنجوی نے بھی سکندرنامہ میں اسے سکندر ذوالقرنین ہی بتایا ہے۔ لیکن تاریخ مقدونیہ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ سکندر نام کے تین بادشاہ مقدونیہ میں ہوئے ہیں۔ سکندرِ اعظم کے نام سے شہرت حاصل کرنے والا سکندر سوم تھا۔

سب مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ سکندر کی ہوشمندی کا ستارہ بچپن ہی میں اس کی پیشانی پر چمکتا تھا۔ ایک[2] مرتبہ باپ کی عدم موجودگی میں اسے شاہِ ایران کے سفیروں کی مہمانداری کرنے کا اتفاق ہوا تو اپنی باتوں سے اور اپنی خاطر تواضع سے انھیں اپنا گرویدہ بنا لیا۔ خاص کر جو سوالات اس نے پوچھے نہایت معقول تھے۔ مثلاً اس نے اندرونِ ایشیا کے وسائلِ آمد و رفت اور بُعدِ مسافت کے متعلق بہت سی باتیں دریافت کیں۔ وہاں کے حکمرانوں کے حالات سے آگاہی حاصل کی۔ ان کی فوجی طاقت اور ان کے دشمنوں کے معاملات سے واقفیت حاصل کرنی چاہی۔ غرض اس کے سوالوں نے ایرانی سفیروں کو دنگ کر دیا۔

سکندر کی تخت نشینی

سکندر بیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ جہاں اس نے باپ کی مملکت حاصل کی،

۱۔ تاریخ کامل: ترجمہ: جلد اول: ۲۱

۲۔ پلوٹارک: سید ہاشمی فرید آبادی: مشاہیر یونان و روما: ۹۷

وہاں ایران پر حملہ کرنے کے ارادے بھی ورثے میں پائے۔

ایران پر حملہ کرنے سے پہلے وہ اپنے باپ کی طرح تمام یونانی ریاستوں کی قیادت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ بعض اور بھی داخلی امور تھے جنھوں نے سکندر کو الجھائے رکھا۔

سکندر کی سوتیلی ماں کلیوپترا کے بطن سے ایک لڑکا تھا۔ کلیوپترا کا چچا اتالوس سازشوں کا جال بچھا دینا چاہتا تھا تاکہ سکندر کی بجائے کلیوپترا کے بیٹے کی تخت نشینی کے لیے راہ ہموار کرے، اس لیے وہ ایشیائے کوچک روانہ ہوا۔ سکندر بھی اس سے بے خبر نہ تھا۔ اس نے اپنے ایک جاں نثار ساتھی ہکاتہ کو ایشیائے کوچک بھیجا کہ اتالوس کو جیسے بھی بن پڑے مقدونیہ واپس لائے اور اس میں کامیاب نہ ہو تو جہاں بھی ملے اسے قتل کر دے۔

ایتھنز کے حکمران کو بھی اس ابھرتی ہوئی حکومت کا وجود ناگوار تھا۔ اس نے اپنا ایلچی ایشیائے کوچک میں اتالوس کے پاس بھیجا تاکہ اس کی حمایت حاصل کر کے سکندر کے خلاف متحدہ اقدام کیا جا سکے۔ آس پاس کے علاقوں میں بھی اس نے سکندر کے خلاف رائے عامہ کو ابھارا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فیلقوس نے جو فوجی دستہ طیبس (Thebes) میں مقرر کر رکھا تھا اسے اہل طیبس نے نکال باہر کیا۔ ادھر پلوپونس کے لوگوں نے اعلان کیا کہ وہ سکندر کی مداخلت کو پسند نہیں کرتے۔ مقدونیہ کے بعض ساحلی علاقوں میں بھی سکندر کے خلاف علم بغاوت بلند ہوا۔ سکندر نے شروع میں تسلی (Thessaly) کا رخ کیا اور اہل تسلی کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ آخر انھوں نے سکندر کے حق میں ایک قدم اور آگے بڑھایا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ سکندر کو یونان کی متحدہ افواج کا سپہ سالار بنا دیا جائے۔ اس کے بعد انھوں نے سمندر کے ساحلی علاقوں کی حمایت حاصل کر کے تھرموپولی کا رخ کیا۔ یہاں یونانی ریاستوں کے نمائندوں کا اجلاس منعقد ہوا جس میں اسپارٹا کے علاوہ تمام یونانی ریاستوں کے نمائندے شامل تھے جن کو سکندر نے ہم نوا بنا لیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ اسے متحدہ افواج کی قیادت سپرد کر دی جائے۔

اس فیصلے کے بعد سکندر نے ان ریاستوں پر چڑھائی کی جو اس کے خلاف تھیں۔ ایتھنز اور

طیبس میں سکندر کی مقبولیت کی اطلاع پہنچی تو وہ سخت فکر مند ہوئے۔ ایتھنز کے حکمران نے سکندر کے خلاف جو قدم اٹھائے تھے واپس لے لیے بلکہ اپنا سفیر اس کے پاس بھیج کر اپنی ارادت کا اظہار کیا۔ اس نے اتالوس کو بھی آگاہ کرنا چاہا کہ سکندر کا ساتھ دے لیکن ہکاتہ اسے قتل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد سکندر نے شمالی ہمسایوں کی طرف متوجہ ہونے کے لیے دوسرے ہی سال بلقان کی ریاستوں کی طرف پیش قدمی کی اور ان کی اطاعت حاصل کی۔

طیبس کی تباہی

۳۳۵ ق م میں سکندر نے طیبس کا رخ کیا، جہاں کے حکمران نے سکندر کے خلاف آواز اُٹھائی تھی اور مقدونی فوج کے دستوں کو ریاست سے نکال باہر کیا تھا۔ سکندر نے طیبس کا شہر بوتیہ فتح کر کے طیبس کے حکمران کو صلح کے لیے نہایت نرم شرائط پیش کیں لیکن اس نے صلح کی شرائط کو مسترد کر دیا۔ آخر سکندر نے طیبس پر حملہ کیا، جس میں چھ ہزار طیبسی باشندے قتل ہوئے اور تیس ہزار قید ہوئے۔ سکندر نے طیبس کے حکمران سے یوں انتقام لیا کہ شہر کے مندروں کو چھوڑ کر سارا شہر تباہ کرا دیا۔ اور طیبسی حکومت کا یکسر خاتمہ ہو گیا۔ اس سخت گیری سے سکندر یونان کے طول و عرض میں ہیبت پھیلانا چاہتا تھا، جس میں اسے کامیابی ہوئی۔ طیبس کی تباہی کی خبر یونان بھر میں آگ کی طرح پھیل گئی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ یورپ سے نکل کر جب وہ ایشیا میں آیا تو جہاں جہاں اس نے مقدونی حکومت قائم کی تھی، کہیں شورش نہ ہوئی۔

مملکتِ ایران میں سکندر کو روکنے کا اقدام

ایران کی ہخامنشی سلطنت میں اگرچہ زوال کے آثار ظاہر ہو چکے تھے لیکن داریوس سوم ایک آزمودہ کار بادشاہ تھا جس نے ایران کے داخلی حالات کو بگڑنے نہ دیا۔ ایشیائے کوچک کے ایرانی مقبوضات کے والی اس کے وفادار تھے۔ یونانی پیشہ ور سپاہیوں کی کثیر تعداد اس کی حامی تھی۔ انہی پیشہ ور سپاہیوں پر موقوف نہیں، ایشیائے کوچک کی تمام یونانی آبادی داریوش کی پشت پناہ تھی اور ایران کا بحری بیڑا بھی بہت مستحکم تھا۔

دار یوش سوم کو جب فیلقوس کے قتل کی خبر ملی تھی اور یہ معلوم ہوا تھا کہ اس کا جانشین ایک نوعمر شخص ہے تو وہ کچھ مطمئن ہو گیا تھا لیکن سکندر کی فتوحات کی آوازیں بہت جلد ایران کے کوہساروں میں گونجنے لگیں۔ اور جب دار یوش نے سنا کہ اہل یونان نے ایران کے خلاف فوج کشی کرنے کے لیے سکندر کو قائد تسلیم کر لیا ہے تو اس نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور یونان کے پچاس ہزار پیشہ ور سپاہیوں کی خدمات بھی حاصل کر لیں۔ بحری جہازوں میں اضافہ کیا۔ یونانی پیشہ ور سپاہیوں کے لشکر کا سپہ سالار ممنون کو مقرر کیا جس کے بزرگ مصر کے خلاف ایرانی جنگوں میں نمایاں خدمات انجام دے چکے تھے۔

ممنون کی فوج کشی

ممنون نے محض مدافعت پر اکتفا نہ کی بلکہ جارحانہ اقدام کر کے میسیا (Mesia) کے مشہور شہر سیزیک (Cyzicus) کو مسخر کرنا چاہا۔ اس ارادے سے ممنون ہیلس پانٹ کے ساحل کے بلند ترین پہاڑ ایڈا سے گزر کر سیزیک پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر کے کثیر مقدار میں مال غنیمت حاصل کیا۔

اس اثنا میں سکندر کا ایک سردار پارمینیو (Parmenyon) مختصر سا یونانی لشکر لیے ہوئے ایشیائے کوچک میں سکندر کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ ایشیائے کوچک کے ایک شہر گری نیوم پر حملہ کر کے قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک اور شہر پی تون کا محاصرہ کیا لیکن ممنون لشکر لیے ہوئے وہاں پہنچا تو مقدونیوں نے شہر کا محاصرہ ترک کر دیا۔ انہی دنوں ایک مقدونی جرنیل کارلاس نے ترداد کے مقام پر ایرانیوں سے جنگ کی لیکن شکست کھائی۔ یہ واقعات ۳۳۵ ق م کے ہیں، جب سکندر ابھی مقدونیہ میں تھا۔

ایشیائی مہم کا آغاز

۳۳۴ ق م میں سکندر نے ایشیا کو فتح کرنے کی تیاری مکمل کر لی۔ اس مہم کا آغاز اگرچہ بہت حقیر سا تھا اور جو منصوبے سکندر نے بنائے تھے، ان کے مقابلے میں سازوسامان بھی ناکافی تھا،

تاہم سکندر نے اس وقت تک اپنے سپاہیوں اور ساتھیوں کو وطن سے نکلنے کی اجازت نہ دی جب تک ان کے وسائل آمدنی معلوم نہ کر لیے۔ جن کے وسائل معقول نہ تھے ان کو خود سکندر نے اپنی زمینوں اور جائیدادوں سے حصہ دیا یہاں تک کہ اس کی ذاتی املاک تقریباً تمام تقسیم ہو گئیں۔ سکندر کے ایک مشیر ہرڈکاس نے پوچھا "اپنے لیے بھی کچھ رکھیں گے یا نہیں"، تو سکندر بولا "میرے لیے امید کافی ہے"۔ اس کی فوج میں تیس ہزار پیادہ اور پانچ ہزار سوار شامل تھے۔ ان میں نصف تعداد اہل مقدونیہ کی تھی اور بقیہ نصف فوج اہل تسلی اور آس پاس کے قبائل پر مشتمل تھی۔ یہ فوج اگرچہ مختصر سی تھی لیکن سب کے سب آزمودہ کار اور جان نثار تھے۔

سکندر نے لشکر ساتھ لے کر ہیلس پانٹ کا رُخ کیا۔ دیوی دیوتاؤں کے نام پر قربانیاں دیں اور جو سورما وہاں مدفون تھے، نذریں نیازیں دے کر ان کی یاد تازہ کی اور ہیلس پانٹ کو عبور کر گیا۔

سکندر ساحل کے ساتھ ساتھ شمالی جانب بڑھتا گیا تاکہ اپنے بحری بیڑے سے دور نہ رہے بحری بیڑا اس کا کمزور تھا۔ ایتھن والوں نے سکندر کو کافی تعداد میں جہاز نہیں دیے تھے مبادا یہی بحری طاقت ان کے خلاف استعمال نہ ہو۔ آخر سکندر اعظم یورپ کی آخری سرحد پر آ پہنچا۔

دریائے گرانیک پر ایرانیوں اور یونانیوں کی جنگ ۳۳۴ ق م

شاہ ایران یہ چاہتا تھا کہ لیڈیہ، فرگیہ اور کاپادوکیہ کے ایرانی سردار ہیلس پانٹ کے ساحل پر جمع ہو جائیں اور سکندر کو سرزمین ایشیا میں پاؤں نہ رکھنے دیں لیکن وہ دیر سے پہنچے۔ اس وقت ممنون نے یہ تجویز پیش کی کہ اب صرف یہی چارہ کار ہے کہ شہر اور دیہات جلا دیے جائیں اور راستے میں سکندر کو جو رسد مل سکتی ہے اسے ضائع کر دیا جائے۔ دوسری طرف یورپ میں محاذ جنگ کھولا جائے اور ایران کی بری اور بحری فوجیں مقدونیہ میں پہنچا دی جائیں۔ لیکن ایرانی

۱۔ پلوتارک: مشاہیر یونان و روما: ۱۱۱

سرداروں نے ممنون کی تجاویز سے اتفاق نہ کیا۔ بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ دریائے گرانیک کے کنارے صف آرائی کریں جو ایشیائے کوچک کا مشہور دریا ہے اور بحیرۂ مارمورہ میں جا گرتا ہے۔ چنانچہ دریا کے ایک کنارے پر ایرانی فوجیں آگئیں اور دوسرے کنارے پر مقدونی فوجیں خیمہ زن ہوئیں۔ دو متحارب طاقتوں کے درمیان اب صرف دریا حائل تھا۔ ایرانی منتظر تھے کہ دشمن دریا کو عبور کرے۔ کہا جاتا ہے دریا بہت گہرا تھا۔ دوسرے کنارے کی ڈھلان بڑی ناہموار تھی۔ ساری فوج کا اس پر ایک دم چڑھنا آسان بات نہ تھی۔ سکندر[1] کے جرنیل پارمینو نے مشورہ دیا آج دیر ہو چکی ہے کل علی الصباح پیش قدمی کی جائے تو مناسب ہوگا۔ سکندر نے جواب دیا پارمینو! دریائے گرانیک سے ڈرنا درۂ دانیال کی توہین ہے جسے ہم نے بلا تامل عبور کر لیا تھا۔ آخر وہ تیرہ سوار دستے ساتھ لے کر دریا میں کود پڑا۔ سامنے سے ایرانیوں کا جم غفیر ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔ ادھر پانی کا بہاؤ تیز تھا اور بڑھنے نہ دیتا تھا۔ سکندر راستہ نکالنے پر اڑ گیا اور سخت جدوجہد کر کے کنارے پر پہنچ گیا۔ کچھ فوج دریا کو عبور کر چکی تھی کچھ دریا میں تھی کہ ایرانی ٹوٹ پڑے۔ سکندر کو اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ صف آرائی کر سکتا۔ ایرانیوں کے نعروں کا شور قیامت برپا کر رہا تھا اور نیزے تانے ہوئے ایک ایک سوار ایک ایک سوار پر آگرا۔ سکندر کا نیزہ لڑتے لڑتے ٹوٹ گیا تو اس نے دوسرا نیزہ لے کر داریوش کے داماد مہرداد (Mithradates) پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ گھوڑے سے نیچے آگرا۔ اسی اثنا میں رزاسس نے سکندر پر حملہ کیا اور اس کا نیزہ سکندر کی خود سے گزر کر اس کے شانے میں آ لگا۔ پیچھے سے لیڈیہ کے ایرانی حاکم سپہرداد نے خنجر سے سکندر پر حملہ کیا لیکن کلیتوس مقدونی نے تلوار کے وار سے سپہرداد کا ہاتھ قطع کر دیا۔ اس پر سپہرداد کے بھائیوں نے سکندر پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی لیکن وہ مقابلہ کرتا رہا اتنے میں سکندر کی اور سوار فوج بھی آپہنچی اور تازہ دم مقدونی ایرانی لشکر پر

۱۔ پلوتارک: مشاہیر یونان و روما: ۱۱۲

ٹوٹ پڑے جس سے ایرانیوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں۔ جنگ میں ایران کے کئی نامور سردار کام آئے اور ان کی سوار فوج نے راہ فرار اختیار کی۔ پھر پیادہ فوج آگے بڑھی لیکن وہ بھی زیادہ دیر مقدونیوں کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔

اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ ایرانیوں نے اس جنگ میں بڑی جان نثاری دکھائی اور جب تک ایک ایک سردار نے جان نہ دے دی مقدونی لشکر کو فتح نہ ہو سکی۔ فریگیہ کے سردار نے شکست کی خبر سنی تو اپنا خنجر سینے میں بھونک کر خودکشی کر لی۔

جنگِ گرانیک کے اثرات

اس جنگ میں ایشیائے کوچک کے ایرانی مقبوضات کے تمام والی کام آئے تھے اس لیے وہاں کے باشندوں نے یکے بعد دیگرے اطاعت اختیار کر لی۔ سکندر نے اپنے سالار کالاس کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد اس نے لیڈیہ کے شہر سارد کا رُخ کیا جہاں کا والی شہرداد تھا۔ اس کے قائم مقام مترین نے نہایت بزدلی دکھائی اور رؤسائے شہر کو ساتھ لے کر سکندر کے استقبال کو آیا اور شہر اور شہر کے خزانے اس کے حوالے کر دیے۔

شہر سارد پر قبضہ سکندر کے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ یہاں کا قلعہ بہت مستحکم تھا اس کے اردگرد ناقابلِ تسخیر تین فصیلیں تھیں یہاں اگر ایرانی فوجیں متحد ہو جاتیں تو محاصرہ بہت طول پکڑتا۔ یہاں کے والی شہرداد نے ایرانی حکومت کی کمزوری کی وجہ سے تین اہم اختیارات اپنے ہاتھ میں لے رکھے تھے، وہی والی تھا، وہی فوجوں کا سپہ سالار تھا اور وہی دبیرِ اعلیٰ تھا۔ سکندر نے یہ تینوں اہم اختیارات الگ الگ کر کے مختلف افسروں کے سپرد کر دیے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سکندر نے اپنے تسلط کو مستقل کرنا چاہا تھا۔

گرانیک کی جنگ میں جو یونانی کام آئے ان کی قربانی کی یادگار قائم کرنے کے لیے سکندر نے حکم دیا کہ ان کے مجسمے مقدونیہ کے شہروں میں نصب کیے جائیں تاکہ اہلِ یونان

کو معلوم ہو سکے کہ جن لوگوں نے یونان کے لیے جانیں دی ہیں، یونان انھیں فراموش نہیں کر سکتا۔ اس نے مالِ غنیمت کا بہت سا ساز و سامان مختلف ریاستوں میں بھجوایا۔ تین سو زرہ بکتر اہلِ ایتھنز کو بھجوائے اور ہر ایک پر یہ کندہ کرایا کہ یہ سکندر پسرِ فلیقوس اور یونانیوں نے جن میں لاسدیمونی شامل نہ تھے ایشیا میں بسنے والے ملیچھوں سے لڑائی میں چھینے تھے۔

دوسرے ایرانی مقبوضات

سارد پر قبضہ ہونے کے بعد سکندر اب ایشیائے کوچک کے دوسرے ایرانی مقبوضات کی طرف رجوع کرنا چاہتا تھا کہ اپنے پاؤں مضبوطی سے جمالے اور پھر اطمینان سے مشرق کی طرف بڑھے۔ افسس کے حاکم نے خود ہی سرِ تسلیم خم کر لیا۔ ملی تس (Miletus) کافی مستحکم شہر تھا۔ گرانیک کے میدان سے جو فوج بچی کھچی نکلی تھی وہ ملی تس میں ڈیرے ڈالے پڑی تھی۔ سکندر نے ملی تس کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے لوگ حوصلہ مند تھے کیونکہ ممنون نے مزید فوج شہر کی حفاظت کے لیے بھیج دی تھی۔ یہاں کی فوج نے ابتدائی حملوں کا بہادری سے جواب دیا۔ آخر سکندر نے دیوار کوب مشینوں سے دیواروں میں شگاف کر دیے اور مقدونی لشکر قلعہ میں داخل ہو گیا۔ شہر میں بہت لوٹ مار ہوئی اور اکثر اہالیٔ شہر اسیر ہوئے لیکن ان میں جس قدر یونانی تھے انھیں آزاد کر دیا گیا بلکہ انھیں سکندر نے اپنی فوج میں شامل کر لیا اور غیر یونانیوں کو غلام بنا کر شہر بہ شہر فروخت کر دیا۔

ہالی کارناسس کی تسخیر

ملی تس کی فتح کے بعد اب یونانی فوج کا ہدف ہالی کارناسس تھا جو ایرانی مقبوضہ کاریہ کا مشہور شہر تھا۔ اس کے قدرتی محلِ وقوع نے اسے نہایت محفوظ مقام بنا دیا تھا۔ اس کے علاوہ دو نہایت مستحکم قلعے بھی تھے۔ یہ شہر ممنون کا صدر مقام تھا جو دارا بوش کی طرف سے بحری

۱۔ ایران باستان: حسن پیرنیا: جلد دوم: ۱۲۶۵

مقامات کا والی تھا۔ اور ایران کا بحری بیڑا اس کے ماتحت تھا۔ممنون نے اس کے استحکام کے لیے غیر معمولی اقدامات کیے ہوئے تھے اس لیے ہالی کارناسس کو مسخر کرنا آسان نہ تھا۔

ہالی کارناسس کے اردگرد ایک بہت بڑی خندق بھی تھی جس کی چوڑائی ۳۰ ہاتھ اور گہرائی ۱۵ ہاتھ تھی۔ مقدونیوں کے لیے اس خندق کو عبور کرنا بہت دشوار تھا۔ چنانچہ اس خندق کو پُر کرنے کا فیصلہ ہوا اور نہایت عرق ریزی سے انھوں نے خندق کو پُر کر دیا۔ پھر دیوار کوب مشینوں کے ذریعے قلعہ کی دیواروں میں شگاف ڈال دیے۔ مقدونی لشکر نے قلعے میں داخل ہونا چاہا لیکن ممنون کی موجودگی کی وجہ سے ایرانی لشکر قوی دل تھا اور تازہ دم فوج کی کمک بھی بدستور مل رہی تھی اس لیے انھوں نے قلعہ کی حفاظت کے لیے پُرزور مدافعت کی۔ دن بھر نہایت خونریز لڑائی ہوئی لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ رات کے وقت ممنون مقدونی پاسبانوں کو غافل پا کر قلعہ سے باہر آیا اور دشمن نے قلعہ کوبی اور محاصرے کے لیے جو تعمیرات تیار کی تھیں انھیں آگ لگا دی۔ اس موقع پر شدید لڑائی ہوئی جس میں طرفین کا بہت جانی نقصان ہوا۔ آخر ممنون نے امرائے لشکر سے مشورہ کرنے کے بعد یہی مناسب سمجھا کہ شہر کو آگ لگا دے اور خود فوج سمیت دو مضبوط قلعوں میں پناہ گزین ہو جائے۔ اس لڑائی میں سکندر کے سپاہی کثیر تعداد میں کام آئے تھے اس لیے اس نے ان قلعوں کو مسخر کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ہالی کارناسس سے سکندر نے اپنے شادی شدہ سپاہیوں کو رخصت دی اور ان کو کہا گیا کہ موسم بہار میں واپس آ جائیں اور زیادہ سے زیادہ رنگروٹ ہمراہ لائیں۔

سکندر بقیہ لشکر لیے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا اور لیسیا اور پمفیلیا کے متعدد شہروں کو مسخر کر دیا تاکہ ان مقامات سے ایران کو بحری امداد نہ مل سکے۔ اس مہم سے فارغ ہو کر سکندر پھر شمالی جانب پسڈیا (Pisidia) کی طرف بڑھا جہاں اسے پہاڑی قبائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ان قبائل کو پسپا کر کے سکندر نے فریگیہ کا رُخ کیا اور اسے مسخر کر کے وہاں اپنا نظام حکومت قائم کیا۔ فریگیہ کے دارالسلطنت گورڈیم میں وہ سپاہی جو رخصت

پر گئے ہوئے تھے مع نئے رنگروٹوں کے چار ہزار کی تعداد میں لشکر سے آملے۔

گورڈیم میں سکندر کو ایک پیشین گوئی سے آئی تھی۔ پیشین گوئی یہ تھی کہ "گوڈیئس[1] دیوتا کے رتھ کے رسے جو شخص کھول لے گا ایشیا کا تاج اسی کے سر پر رکھا جائے گا۔" سکندر توہم پرست تھا وہ گرہیں کھولنا چاہتا تھا۔ گرہیں کھولنے کے لیے رتھ کی طرف بڑھا۔ مقدونی اور یونانی یہ دیکھنے کے لیے کہ سکندر گرہیں کھولنے میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ رتھ کا جوا کچھ اس طرح باندھا گیا تھا کہ اس کا سرا نہیں ملتا تھا۔ آخر سکندر نے تلوار سے گرہیں کاٹ دیں۔[1]

ممنون کی وفات

سکندر ساحل سمندر کے تمام علاقے فتح کر چکا تو ممنون نے باقی فوج کو جمع کیا اور یہ منصوبہ بنایا کہ مقدونیہ اور یونان میں محاذِ جنگ قائم کیے جائیں تاکہ ایشیا پر مقدونی لشکر کا دباؤ کم ہو جائے چنانچہ اس نے کیوس (Chios) پر حملہ کر کے اسے مسخر کر لیا۔ اس کے بعد اس نے جزیرۂ لس بُس کا رخ کیا اور اس جزیرہ کے تمام مشہور شہر سوائے مٹی لین (Mytilene) کے فتح کر لیے۔ اب وہ مٹی لین کی طرف متوجہ ہوا لیکن زندگی نے ساتھ نہ دیا راستے ہی میں بیمار ہو گیا اور کچھ عرصہ صاحبِ فراش رہ کر فوت ہو گیا (۳۳۳ ق م) اس کی وفات سے شاہِ ایران کو ناقابلِ تلافی نقصان ہوا۔

سکندر نے آگے بڑھنے سے پہلے یہ مناسب سمجھا کہ لس بُس جزیرے میں جہاں جہاں ایران کے فوجی دستے موجود ہیں، انھیں نکال باہر کیا جائے تاکہ یونان میں کوئی فتنہ سر نہ اٹھانے پائے چنانچہ اس نے ایک سپہ سالار کو فوج دے کر جزیرے میں بھیجا اور ایران کے فوجی دستوں کو ٹھکانے لگا دیا۔

۱۔ مشاہیر یونان و روما : ۱۱۵

کیلیکیہ کے پُل سے سکندر کا عبور

ممنون کی موت کو فالِ نیک سمجھ کر سکندر نے کیلیکیہ (Cilicia) کا رُخ کیا۔ یہ شہر پُل سے تقریباً ڈیڑھ فرسنگ کے فاصلے پر تھا جس کو پار کر کے شہر میں داخل ہوتے تھے۔ پُل بہت تنگ تھا اور چار آدمی مل کر بمشکل اس پر سے گزر سکتے تھے۔ یہاں کا حاکم ارسان تھا جسے دربارِ ایران نے متعین کیا ہوا تھا۔ ارسان نے پُل کی حفاظت کرنے کی بجائے شہر کو آگ لگا کر اسے ویرانے میں تبدیل کر دیا تاکہ سکندر یہاں سے رسد وغیرہ حاصل نہ کر سکے۔

سکندر کی بیماری

یہاں ایک چشمہ تھا جو چشمہ رسید نُوس کے نام سے موسوم تھا۔ اس کا پانی پہاڑ کی بلند چوٹی سے نیچے گرتا تھا۔ اردگرد سرسبز درخت اُگے تھے۔ اس کا پانی گرمیوں میں بھی نہایت سرد ہوتا تھا۔ سکندر نے شدتِ گرما کی وجہ سے چاہا کہ اس چشمے میں نہا لے۔ چشمے میں اترتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا۔ ملازموں نے اسے باہر نکالا تو اس پر موت کا سکوت طاری تھا۔ مرض کا شدید حملہ ہوا تھا۔ اس ناگہانی حادثے سے سکندر کے ساتھیوں کو سخت صدمہ ہوا۔ اب وہ اس کی زندگی سے ناامید ہو رہے تھے۔

سکندر کی بیماری نے طول کھینچا۔ طبیبوں کو سخت پریشانی تھی۔ کوئی دوا کارگر نہ ہوتی تھی۔ آخر جب حالت نازک ہو گئی تو حکیم فیلقوس نے ایک دوا تیار کی یہ دوا سخت تیز تھی اور خطرے سے خالی نہ تھی۔ اس کے دو ہی نتیجے ہو سکتے تھے، صحت یا موت۔ ٹھیک[۱] اسی وقت مقدونی سپہ سالار پارمینو نے سکندر کو ایک رقعہ لکھا کہ "فیلقوس سے خبردار رہنا۔ یہ شخص دارا سے مل گیا ہے اور زرِ کثیر کے لالچ میں تمہاری جان لینے پر آمادہ ہے۔" اس رقعے کو پڑھ کر سکندر نے اسے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔ اتنے میں فیلقوس دوا بنا کر لایا۔ سکندر نے بڑے اطمینان سے دوا پینی شروع کی اور ساتھ ہی پارمینو کا خط نکال کر فیلقوس کے ہاتھ میں دے دیا۔ یہ منظر بھی دیکھنے کے لائق ہو گا کہ

۱۔ آریان بحوالہ ایران باستان: ۱۲۸۹

ادھر سکندر وہ اثنا پی رہا ہے جس کے متعلق سکندر کو محتاط رہنے کی اطلاع دی گئی ہے اور ادھر فیلقوس اس اطلاع کو پڑھ رہا ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا مگر مختلف جذبات کے ساتھ۔

بہرحال تقدیر کو یہ منظور نہ تھا کہ ایک عظیم فاتح جو ایشیا کو فتح کرنے کے ارادے سے مقدونیہ سے چلا تھا اب ایشیا کے دروازے پر پہنچ کر دم توڑ دے۔ آخر فیلقوس کی دوا سے اُٹھ بیٹھا اور قدرت کا منشا پورا ہو کر رہا۔

سکندر اور داریوش ایسوس کے میدان میں

سکندر کی فتوحات روز بروز بڑھ رہی تھیں لیکن ابھی تک ایسی کوئی لڑائی نہ ہوئی تھی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یونانی لشکر کا مقابلہ اب ایرانیوں کے بس کی بات نہیں۔ ایسی لڑائی ایسوس (Issus) کے میدان میں ہوئی (۳۳۳ ق م)۔

ایسوس کیلیکیہ کا بڑا اہم شہر تھا۔ داریوش ہر قیمت پر اس کی حفاظت کرنی چاہتا تھا۔ داریوش کی فوج میں ایک مقدونی آمین تاس ملازم تھا۔ اس نے داریوش کو مشورہ[1] دیا کہ وہ پہاڑیوں اور تنگ میدانوں میں اپنی فوج کو نہ لے جائے کیونکہ فوج کی تعداد خواہ کتنی ہی زیادہ ہو قلیل التعداد دشمن کا ایسے مقامات پر مغلوب کر لینا آسان نہیں۔ داریوش نے اس مشورے کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور کیلیکیہ کی طرف کوچ کیا۔ اور سکندر کے عقب میں یعنی ایسوس آ پہنچا۔ سکندر کو اطلاع ملی تو اس نے لشکر کے سالاروں کو جمع کیا اور کہا جنگ کا دیوتا تمہارے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ داریوش کے لاتعداد لشکر کو ایک تنگ میدان میں لے آیا ہے جو پہاڑ اور سمندر کے درمیان واقع ہے۔ یہاں ایرانی لشکر کی کثرت کام نہ دے سکے گی۔

سکندر ایسوس پہنچ گیا۔ اس کی انتہائی آرزو تھی کہ کسی تنگ میدان میں ایرانی لشکر سے اس کا سامنا ہو

---

[1] آریان بحوالہ ایران باستان

آخر اس کی آرزو پوری ہو گئی۔ لیکن وہ انتہائی فکرمند اور بے چین تھا۔ کیونکہ صرف ایک رات باقی تھی۔ صبح کو وہ جنگ ہونے والی تھی جس کے نتیجے پر سکندر کی قسمت کا فیصلہ تھا۔ ایشیا کا تاج پہنے گا یا ناکام رہ کر جان دیدے گا۔ اپنی فتوحات اسے ایک ایک کر کے یاد آتی تھیں لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ کل فتح و ظفر کی نسیم کس کے پرچم کو لہرائے گی۔

صبح طلوع ہوئی ایسوس کے میدان میں جس کے شمال میں پہاڑ اور جنوب میں خلیج سکندرون ہے، اور مسافت اس کی بمشکل دو میل ہوگی، یورپ اور ایشیا کے دو طاقتور لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔

سکندر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کی صفوں کے سامنے آیا اور یہ پرسوز اور جذباتی تقریر کی:

"ہم وطنو! یورپ میں تم نے جس مقام پر قدم رکھا فتح و نصرت نے تمہارا خیر مقدم کیا۔ اب تم ایشیا کی سرزمین میں آئے ہو۔ ایشیا اب تمہیں کامیابی کا تاج پہنانے کو تیار ہے۔ یہ ملک تراکیہ یا ایلیریہ نہیں کہ تم اپنی قوتوں کو پہاڑوں میں صرف کرتے رہو، یہ مشرقی دنیا ہے، جہاں کی سرزمینیں سرسبز اور جہاں کی دولت فراواں ہے۔ یہ دنیا اب تمہیں ورثے میں ملے گی۔ تمھیں یاد ہے کہ داریوش اعظم اور خشیارشا نے تم سے* آب و خاک طلب کی تھی۔ ایرانیوں نے تمھارے معبدوں کی اینٹ سے اینٹ بجائی تھی، تمھارے اباؤاجداد کی دولت لوٹی تھی۔ تمھاری تقدیر کا فیصلہ دربار ایران میں ہوا کرتا تھا۔ آگے بڑھو اور ان عورتوں کا زیور اتار لو۔" اس کا اشارہ ایرانی سرداروں کی طرف تھا جو گلے میں ہار زیب تن کیے ہوئے تھے۔

دونوں طرف سے حملے کے بگل بجنے لگے۔ ایرانیوں کے فلک شگاف نعروں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر لرزہ طاری ہو گیا ہے۔ ایرانیوں کی تعداد چھ لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ لیکن فوج کا بہت بڑا حصہ میدانِ جنگ میں گنجائش نہ ہو سکنے کی وجہ سے جنگ میں حصہ نہ لے سکا۔ تیروں کی بوچھاڑ اس طرح ہو رہی تھی جیسے فضا پر ٹڈی دل چھایا ہوا ہے۔ پھر نیزوں سے وار ہونے لگے پھر تلوار پر تلوار پڑنے لگی۔ میدان تنگ میں فوجوں کی کثرت تھی اس لیے کسی کا کوئی وار خالی نہ جاتا تھا۔ ہر سپاہی

ا۔ کنت کورث کتاب سوم: بحوالہ ایران باستان: جلد دوم: ۱۳۰۹

فتح کے خیال سے بڑھ بڑھ کر وار کر رہا تھا۔ داریوش کے بھائی نے دیکھا کہ سکندر داریوش کے رتھ کی طرف بڑھ رہا ہے تو اپنے سواروں سمیت سکندر پر حملہ کیا اور سکندر کے متعدد ساتھیوں کو مار گرایا۔ ادھر سکندر نے داریوش کے محافظوں کو تہہ تیغ کیا۔ گھمسان کی جنگ جاری تھی۔ کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے۔ داریوش کے رتھ کے گھوڑوں کو زخم آئے تو وہ بدک گئے۔ داریوش نے یہی مناسب سمجھا کہ میدان جنگ سے نکل جائے۔ چنانچہ ایک تازہ دم گھوڑے پر سوار ہو کر راہِ فرار اختیار کی اور فرات کو عبور کر کے ایران کی سرحد پر پہنچ گیا۔ ایرانی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ کچھ پیادہ بھاگ رہے تھے کچھ دشمن کے تیروں اور نیزوں کا نشانہ بن رہے تھے۔ آخر فتح سکندر کی ہوئی کہا جاتا ہے کہ اس[۱] جنگ میں ایرانی فوج کے ایک لاکھ سپاہی مارے گئے۔ لیکن بعض[۲] مورخین اس تعداد کو بہت مبالغہ آمیز بتاتے ہیں۔

مقدونی لشکر نے ایرانیوں کی لشکر گاہ کو غارت کیا اور کروڑوں کا مالِ غنیمت سکندری فوج کے ہاتھ لگا۔ البتہ دارا کا خیمۂ شاہی جس میں پرشکوہ ساز و سامان اور سونے چاندی کی افراط تھی انھوں نے سکندر کے لیے محفوظ کر دیا۔

سکندر[۳] نے گھوڑے سے اترتے ہی اسلحہ اتارا اور یہ کہہ کر غسل خانے میں جانا چاہا کہ لاؤ اب لڑائی کا گرد و غبار داریوش کے حمام میں پاک کریں۔ یہاں اس نے سونے چاندی کے مٹکے، لوٹے اور عطردان دیکھے جو صنعت کاری کا نہایت عمدہ نمونہ تھے۔ پھر عود و عنبر کی خوشبو سونگھی جس سے وہ مقام مہک رہا تھا۔ آخر وہ ایک وسیع اور بلند شامیانے کے نیچے آیا جس میں سیکڑوں زرق برق کرسیاں درباریوں کے لیے بچھی ہوئی تھیں۔ پلٹ کر اس نے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا بادشاہی اسی کا نام ہے۔" داریوش

۱۔ سائیکس: ہسٹری آف پرشیا: جلد دوم: ص ۲۰۲

۲۔ آر۔ ڈبلیو۔ راجرز: ہسٹری آف اینشنٹ پرشیا: ۲۹۰

۳۔ پلوتارک: مشاہیر یونان و روما: ۱۲۰

کی ملکہ اور دو بیٹیاں شاہی خیموں میں تھیں جن سے سکندر کمال احترام سے پیش آیا اور ان کی حفاظت کے لیے خاص قابلِ اعتماد مقدونی افسر مقرر کیے۔

فتح کے دوسرے دن سکندر نے جنگ میں نمایاں کام کرنے والوں کو دل کھول کر داد دی اور ان پر انعام واکرام کی بارش کی۔ زخمیوں کے دلوں پر ہمدردی کی مرہم رکھی۔ اور مرنے والوں کو شاہانہ اعزاز سے الوداع کہی۔

سکندر کی فتح نے ایران کو اب صرف اپنے پہاڑوں تک محدود کر دیا۔ اس سے یونان کی عزت کو چار چاند لگے۔ اور حکومتِ ایران کے حوصلے پست ہو گئے۔

تسخیرِ شام

سکندر نے اپنے جرنیل پارمینو کو تسلی کی سوار فوج دے کر دمشق بھیجا کہ وہاں جو خزانہ داریوش نے بھیج دیا تھا اسے اپنے تصرف میں لے لے۔ اس نے دمشق کو مسخر کر لیا اور خزانہ شاہی پر قابو پا لیا۔ اس کے بعد وہ شام کی طرف متوجہ ہوا جس کی حدود مصر سے عرب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اہلِ شام نے دمشق کی تسخیر کی خبر سنی تو شام کے تمام علاقوں کے سرداروں نے سکندر کی اطاعت اختیار کر لی۔

فینیقیہ کی طرف پیش قدمی

دمشق فتح ہوا اور شام کے تمام علاقوں کے سرداروں نے جو شاہ ایران کی طرف سے مقرر کیے گئے تھے اطاعت اختیار کر لی تو سکندر ۳۳۲ ق م میں بحیرۂ روم کے ساحل کے ساتھ ساتھ فینیقیہ کی طرف بڑھا جو داریوش کی بحری طاقت کا مرکز تھا۔ داریوش اس وقت بابل میں تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ سکندر کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرے اس لیے ایک مراسلہ دے کر اپنا سفیر سکندر کے پاس بھیجا۔ اس میں دوستانہ روابط قائم کرنے کی تجویز پیش کی اور اس کی والدہ، ملکہ اور دو لڑکیوں کو واپس بھیج دینے کی استدعا کی۔ مراسلے میں ایران و مقدونیہ کی قدیم دوستی کا ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ ملوکانہ روابط قائم کرنے کی خواہش ایک بادشاہ، بادشاہ ہی سے کر سکتا ہے۔ یہ ایک پُر وقار خواہش تھی اور ایک

پُر وقار انداز میں اس کا اظہار کیا گیا تھا۔ سکندر نے اس کے جواب میں غرور و نخوت سے بھرا ہوا جواب اپنے سفیر کے ہاتھ بھیجا۔ خط کا مضمون حسب ذیل ہے۔

"تمہارے[1] آباؤ اجداد مقدونیہ اور یونان میں غارت گری کرتے رہے حالانکہ کسی نے تمھیں آزار نہیں پہنچایا تھا۔ تم نے میرے باپ کے مخالفین کو کمک بھیجی۔ تم نے سازشیوں کو ابھار کر میرے باپ کو قتل کرایا۔ اور اس کے متعلق لوگوں کو خط لکھ لکھ کر فخر کا اظہار کیا۔ ایرانی آئین کو بالائے طاق رکھ کر تم نے ایران کا تخت و تاج حاصل کیا اور خود اپنی رعایا پر ظلم کیے۔ تم نے میرے خلاف جنگ کرنے کے لیے یونانیوں کو رشوت دی۔ تم نے چاہا کہ یونان کے امن و امان کو تباہ کردو جو میری وجہ سے اہل یونان کو حاصل ہوا۔ میں نے تمہارے خلاف تلوار اٹھائی ہے کیونکہ تم نے عداوت کا آغاز کیا ہے۔ اب میں نے تمہارے جرنیلوں پر فتح پالی ہے اور تمہاری مملکت کے اہم ترین علاقوں کو روندا ہے تو تم مصالحت کا ہاتھ بڑھاتے ہو۔ تمہاری مملکت پر دیوتاؤں نے مجھے اختیار دیا ہے۔ ایشیا کا مالک اب میں ہوں۔ تم میرے پاس آکر خراج عقیدت ادا کرنے کی خواہش کا اظہار کرو۔ اگر تمھیں یہ خدشہ ہو کہ تمہارے ساتھ ناروا سلوک کیا جائے گا تو تم اپنے رفقا کو میرے پاس بھیجو تاکہ میں ان سے عہد و پیمان کروں۔ اس کے بعد تم میرے دربار میں چلے آنا اور اپنی ماں، بیوی اور دو لڑکیوں کی رہائی یا کسی اور بات کے لیے استدعا کرنا۔ تمہاری یہ استدعا قبول کر لی جائے گی اور جو بھی انصاف کا تقاضا ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔ آئندہ مجھے جو مراسلہ بھیجو تو یہ سمجھ کر بھیجنا کہ میں ایشیا کا بادشاہ ہوں۔ مجھے برابر کا حکمران سمجھ کر خط نہ بھیجنا۔ اگر میرے ایشیا کا بادشاہ ہونے میں ابھی کچھ شبہ ہے تو ٹھہرو میرے ساتھ جنگ کرو۔ فرار اختیار نہ کرنا کیونکہ تم جہاں بھی جاؤ گے میں تمہارے پیچھے آؤں گا۔"

صور کی تسخیر

فینیقیہ کا ایک اہم ترین شہر صور (Tyre) ایک جزیرے پر واقع تھا۔ اس کے ارد

۱۔ کنت کورٹ بحوالہ ایران باستان: ۱۳۱۲

گرد بہت اونچی دیواریں تھیں۔ یہاں "ملکارت" دیوتا کا مجسمہ تھا جسے سکندر اپنے بزرگوں میں سے سمجھتا تھا۔ اس نے صور کے حکمران سے دیوتا کے حضور عقیدت پیش کرنے کی اجازت چاہی لیکن وہ رضامند نہ ہوا۔ اس نے پیغام بھیجا کہ حکومت صور غیر جانبدار ہے۔ اس شہر میں وہ نہ ایرانیوں کو داخل ہونے کی اجازت دے گا نہ یونانیوں کو۔ سکندر نے یہ جواب سن کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ سات ماہ تک جاری رہا اور تیز رفتار فاتح کو یہاں بہت دیر انتظار کرنا پڑا۔ یہاں سکندر کے انجینئروں نے پانی کی تہہ سے اٹھا کر ایک بہت بڑا مچان بنایا جس کی تعمیر میں اہل صور نے طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالیں۔ سکندر نے آس پاس سے جہاز فراہم کیے یہاں تک کہ ایران کا بحری بیڑا بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور ۲۲۰ جنگی جہازوں کے ذریعے صور کی مکمل ناکہ بندی کر دی اور دیوار کوب مشینوں سے شہر کی دیواروں میں شگاف کر دیے۔ سکندر شہر میں داخل ہو گیا۔ اور قتلِ عام کا حکم دیا۔ آٹھ ہزار شہری قتل ہوئے اور بقول آریان تیرہ ہزار غلام بنا کر بردہ فروشوں کے حوالے کر دیے گئے (۳۳۲ ق م)۔

صُور کے محاصرے کے دوران داریوش نے پھر اپنا سفیر سکندر کے پاس بھیجا اور اب کی دفعہ اس نے یہ استدعا کی کہ اس کی بیٹی سے سکندر شادی کر لے اور خاندان کے دوسرے افراد کو واپس کر دے۔ نیز یہ بھی کہلایا کہ فرات سے اُدھر کے علاقوں پر سکندر کا حق تسلیم کر لیا جائے گا۔

سکندر نے داریوش کی پیش کش کا ذکر اپنے مشیروں سے کیا۔ پارمینو نے یہ رائے ظاہر کی کہ اگر میں سکندر ہوتا تو ان شرائط کو قبول کر لیتا اور خطرات کا خاتمہ کر کے امن و امان قائم کرتا۔ سکندر بولا اگر میں پارمینو ہوتا تو میں بھی یہی رائے دیتا۔ لیکن میں سکندر ہوں اس لیے میرا جواب مختلف ہے۔ غرض سکندر نے داریوش کو یہ جواب دیا کہ اگر وہ اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے تو اس سے ہر قسم کی مروّت کی جائے گی۔ اور اگر یہ نہیں تو وہ اس کا تعاقب کرے گا اور جہاں وہ ہو گا وہاں پہنچے گا۔

اسی زمانے میں دارا کی بیوی فوت ہوگئی تو سکندر نے رنج و الم کا اظہار کیا کہ رحم کرنے کا ایک موقع کم ہوگیا۔ بہرحال اس کی تلافی سکندر نے اس طرح کی کہ اس کی تجہیز و تکفین شاہانہ تزک و احتشام سے کی گئی۔

سکندر تباہ حال صُور سے نکل کر جنوبی طرف بڑھا۔ اور جہاں جہاں سے گزرا لوگوں نے سر اطاعت خم کیا۔ یہاں تک کہ سکندر غزہ پہنچ گیا۔ غزہ، صور سے ۱۵۰ میل کے فاصلے پر ہے اور فلسطین کے بڑے شہروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ غزہ کا حاکم ایک خواجہ سرا باطیس تھا جسے شاہِ ایران نے مقرر کیا تھا۔ اس نے اطاعت سے روگردانی کی تو سکندر نے شہر کا محاصرہ کر لیا جو دو ماہ تک جاری رہا۔ غزہ کی تسخیر کے لیے ایک بہت اونچا اور چوڑا مچان بنانا پڑا جس پر سے دیوار کوب مشینوں کے ذریعے دیواروں میں شگاف پیدا کیے گئے۔ اور سکندر لشکر سمیت شہر میں داخل ہوا۔ یہاں بھی اس نے قتل عام کرایا۔ باطیس سے سرکشی کا سخت انتقام لیا گیا۔ گھوڑا گاڑی کے ساتھ باندھ کر فصیل کے اردگرد اسے گھسیٹا گیا۔ یہاں غزہ کے قدیمی خزانے سکندر کے ہاتھ لگے اور اس کی وجہ سے ایک بحری مرکز بھی سکندر کو مل گیا۔

اس پیش قدمی سے شام، فینیقیہ، فلسطین غرض کہ بیشتر ساحلی علاقہ سکندر کے تسلط میں آگیا۔ اب سکندر نے اس صحرا میں قدم رکھا جو مصر تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ پورا علاقہ ایرانی مملکت میں شامل تھا۔ اہل مصر دل سے ایرانیوں سے خوش نہ تھے۔ سکندر کی آمد سے انھیں امید ہوئی کہ وہ ایران کے چنگل سے رہائی پالیں گے۔ چنانچہ انھوں نے پیلیوزیم اور منفس ایسے مشہور شہروں کے دروازے سکندر کے لیے کھول دیے۔ پھر پورے مصر نے اطاعت اختیار کرلی۔ سکندر نے کورش اعظم کی پیروی کرتے ہوئے مصری عبادت خانوں کا پورا پورا احترام کرکے اہل مصر کی تالیف قلوب کی۔ اپنی آمد کی یاد میں ایک نیا شہر بسایا جو سکندریہ کے نام سے موسوم ہوا۔ یہاں سکندر

۱۔ پلوٹارک: مشاہیر یونان و روما: ۱۳۲

نے اپنی طرف سے ایک مصری حاکم مقرر کیا اور خود واپس صور آیا اور قلبِ ایران تک پہنچنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

دار یوش کی جنگی تیاریاں

دار یوش نے یہ دیکھ کر کہ مصالحت کا ہاتھ سکندر کی طرف بڑھانے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو اس نے سمجھ لیا کہ اب جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں اس لیے وہ جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ سرداروں کو بابل بلوایا۔ باختر کے والی بسّوس کو حکم دیا کہ لشکر لے کر بابل پہنچ جائے۔ اسے خیال تھا کہ سکندر کو بہتر اسلحہ ہونے کی وجہ سے فتح ہوئی تھی اس لیے اسلحہ کی تیاری پر اس نے خاص طور سے بہت توجہ دی۔ تیر اور نیزے گلی کوچوں میں بننے لگے۔ دو سو جنگی رتھ بھی تیار کرائے گئے۔ ایران کی عزت بچانے کے لیے لاتعداد لشکر جمع ہوا۔ یہ لشکر کلاہ قدیم کے میدان سے گزر کر نینوا کے میدان میں پہنچا اور اربیل کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ یہ ایک وسیع میدان تھا جو دار یوش نے محض اس لیے منتخب کیا کہ ایران کے لشکر جرّار کو مردانگی کے جوہر دکھانے کے لیے کھلی جگہ میسر آ سکے۔

یہاں دار یوش نے سکندر کی آمد آمد کی خبر سنی تو اپنے ایک سردار ساترویات کو ایک ہزار سوار دے کر بھیجا۔ پھر ایک اور سردار مازہ کو چھ ہزار سپاہی دے کر روانہ کیا کہ مقدونی لشکر کو فرات عبور نہ کرنے دے اور بین النہرین کے میدانوں کو غارت کر دے۔ تاکہ مقدونی لشکر رسد حاصل نہ کر سکے۔

سکندر بین النہرین میں

سکندر کو خبر ملی کہ دار یوش نے کثیر تعداد میں لشکر تیار کر لیا ہے۔ اسے یقین تو نہیں آتا تھا کہ ایسوس کی شکست کے بعد دار یوش کوئی بڑا لشکر تیار کر سکتا ہے۔ بہرحال وہ فینیقیہ سے روانہ ہوا اور گیارہ دن کی مسافت طے کر کے دریائے فرات کے کنارے پہنچ گیا۔ یہاں اس نے پُل تعمیر کرایا اور بلا مقابلہ فرات کو عبور کر لیا۔ ایرانی سردار مازہ کو، جو سکندر کو روکنے پر مامور کیا گیا تھا، جنگ کرنے

کا حوصلہ نہ ہوا اور پیچھے ہٹ گیا۔ فرات کو عبور کرنے کے بعد اب اسے دریائے دجلہ عبور کرنا تھا لیکن دجلہ کی طرف جانا اس نے مناسب نہ سمجھا کیونکہ ایرانیوں نے فصلیں جلا ڈالی تھیں اور علاقہ سخت گرم تھا اس لیے وہ دریائے فرات کے ساتھ ساتھ شمالی طرف بڑھتا گیا یہاں تک کہ آرمینیہ کے پہاڑوں کے قریب آپہنچا۔ وہاں سے مشرق کا رخ کرکے دریائے دجلہ کو عبور کرلیا اور گوگمل میں قیام کیا جو نینوا کے کھنڈرات کے قریب واقع تھا۔ یہ مقام اربیل سے سات میل دور تھا۔ یہاں جو جنگ ہوئی اسے مورخین جنگ اربیل کہتے ہیں۔ بعض اسے گوگمل کا نام دیتے ہیں۔

جنگِ اربیل ۳۳۱ ق م : ایرانی مورخ حسن پیرنیا[1] رومی مورخ کنت کورث کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس مقام پر مقدونی لشکر پر وحشت سی طاری تھی۔ مقدونی سردار ہراساں تھے مبادا یہ فتوحات شکست میں نہ بدل جائیں۔ اگر مازہ ان پر حملہ کر دیتا جسے داریوش نے اس مقصد کے لیے مامور کیا تھا تو مقدونی لشکر کو پیچھے ہٹنا پڑتا۔ لیکن مازہ کو جب ایک بلند مقام ٹھہرنے کو ملا تو وہ اس بات سے مطمئن ہو گیا کہ سکندر نے اس پر حملہ نہیں کیا۔ سکندر اپنے ساتھیوں کے خوف و ہراس سے آگاہ ہو چکا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر ان کے حوصلے بندھائے کہ دشمن ابھی دور ہے وہ کہیں بھی تمہارے بڑھتے ہوئے قدم نہیں روک سکا وہ اب بھی تمہارے نیزوں کے آگے ٹھہر نہیں سکے گا۔" اگرچہ سکندر کی تقریر سن کر مقدونی لشکر نے اسلحہ ہاتھوں میں لے کر اوپر کو اٹھایا لیکن سکندر نے یہی مناسب سمجھا کہ رات خندقوں میں گزاری جائے جو لشکر نے حفاظت کے لیے کھودی تھیں۔ صبح کو مازہ پہاڑ کی بلند چوٹی کو چھوڑ کر داریوش کی طرف روانہ ہو گیا اور اس مقام پر سکندر کے سپاہی اکٹھے آئے۔

دو متحارب لشکر ایک دوسرے سے سات میل دور خیمہ زن تھے۔ ان کے درمیان

۱۔ ایرانِ باستان : ۱۳۸۲

اگرچہ سلسلۂ کوہ حائل تھا لیکن ایرانی لشکر نشیب میں صاف صاف نظر آرہا تھا۔ سکندر جب پہاڑی راستہ طے کرکے آگے بڑھا تو اسے ایرانی لشکر حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا نظر آیا۔ سپاہیوں کے زرہ بکتر چمک رہے تھے۔ ایرانی سردار اپنے اپنے لشکر کے سامنے گھوم پھر رہے تھے۔ سپاہیوں کے نعرے فضا میں گونج رہے تھے۔ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سے خوف و ہراس پیدا ہو رہا تھا۔ سکندر بھی فکرمند سا تھا۔ اس نے مشورے کے لیے مشیروں کو بلایا۔ پارمینو نے یہ رائے دی کہ رات کے وقت دشمنوں پر حملہ کر دینا چاہیے۔ دلیل یہ دی کہ ایرانی لشکر میں مختلف علاقوں کے لوگ جمع ہیں۔ ان کے تمدن جدا اور زبانیں مختلف ہیں۔ یک جہتی ان میں مفقود ہے اگر رات ہی رات میں حملہ کر دیا گیا تو ہمارے لشکر کی فتح یقینی ہو گی۔ لیکن اگر رات کو حملہ نہ کیا گیا تو صبح کے وقت مقدونیوں کو وحشی سکائیوں، باختریوں اور لمبے بالوں والے وحشیوں سے سابقہ پڑے گا۔ اور ساتھ ہی یہ جگہ کیلیکیہ کے تنگ میدانوں کی طرح نہیں۔ یہاں ہمیں کھلے میدان میں دشمن کا سامنا کرنا ہوگا۔ دوسرے سرداروں نے بھی پارمینو کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا فتح حاصل کرنے کی یہی صورت ہے کہ رات کے وقت دشمن پر حملہ کیا جائے۔ سکندر نے جواب دیا میں اس رائے سے متفق نہیں ہوں۔ میں راہزنوں کی طرح رات کی تاریکی سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا اور یہ کون جانتا ہے کہ ایرانی بھی رات کو غافل نہ ہوں اور کسی شبخون کے منتظر ہوں۔ اس لیے لڑائی کے لیے صبح ہی کا انتظار کرنا ہوگا۔ سکندر خود بھی متفکر تھا۔ اس نے اپنے پروہت کو بلایا اور اسے دعا پڑھنے کو کہا۔ پھر قربانی کی رسم ادا کی اور اپنے خیمے کو لوٹ آیا۔

دونوں لشکر رات بھر دشمن کے حملے کے منتظر رہے۔ صبح ہوتے ہی مقدونی لشکر کی صفیں کھڑی ہوئیں۔ ادھر داریوش کا لشکر آراستہ ہوا۔ داریوش نے لشکر کے درمیان میں جگہ لی۔ اس کے آس پاس شاہی خاندان کے افراد تھے۔ یونانی پیشہ ور سپاہیوں کی دو ڈویژنیں داریوش کے دائیں بائیں تھیں۔ سامنے پاسبان گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار تھے۔ پچاس رتھیں تھیں جن کی چمک آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہی تھی۔ دائیں اور بائیں بازوؤں میں مختلف علاقوں کے سپاہی متعین

تھے۔ لشکر کی تعداد کا اندازہ مورخین ایک لاکھ بتاتے ہیں۔ سکندر کے لشکر میں ۴۰ ہزار پیادہ فوج اور سات ہزار سوار تھے۔ بایاں بازو پارمینیئن کی کمان میں تھا۔ دائیں بازو کی کمان خود سکندر کر رہا تھا۔

دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ نقارچیوں نے نقارے بجائے۔ نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ ایرانیوں نے جنگ کا آغاز رتھوں کے ذریعے کیا جن میں مسلح نیزہ دار سوار تھے اور بڑے بڑے درانتے ان کے ساتھ نصب تھے۔ رتھوں کے ذریعے ایرانیوں نے دشمنوں پر بڑا شدید حملہ کیا۔ بعض رتھ سوار سپاہی مقدونی لشکر کی صفوں تک بھی پہنچ گئے اور ان کے سر کاٹ کر گرا ئے۔ نیزے سروں پر پڑتے تو بڑی مہیب آوازیں نکلتی تھیں جن سے رتھوں کے گھوڑے بدک بدک جاتے تھے اور ایرانی لشکر میں انتشار پیدا کرنے کا سبب بنتے تھے۔ رفتہ رفتہ دونوں طرف سے لشکر حملہ کرتے، بڑھتے ایک دوسرے کے قریب ہوتے گئے۔ آخر دست بدست لڑائی شروع ہوئی۔ مقدونی لشکر کا دایاں بازو ایرانی لشکر کے بائیں بازو پر ٹوٹ پڑا، جس میں اب دارایوش تھا۔ اس وقت دارایوش کے اردگرد ایک ہزار ممتاز سوار تھے جن میں بیشتر اس کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخر مقدونی لشکر نے دباؤ ڈال کر ایرانی صفوں میں شگاف ڈال دیے۔ اتنے میں تیروں کی بوچھاڑ دارایوش کے رتھوں کے گھوڑوں پر ہوئی۔ نیزوں نے بھی گھوڑوں کی ٹانگوں کو چھلنی کیا۔ گھوڑے گر پڑے۔ رتھ چلانے والا بھی نیزے کی ضرب سے نیچے آگرا۔ دارایوش اب اپنے آپ کو بے بس پاتا تھا۔ اس نے پھر ایک مرتبہ اپنی جان بچانے کے لیے راہ فرار اختیار کی۔ گرد و غبار اس قدر اڑ رہا تھا کہ دشمن کی نگاہیں بھاگتے ہوئے دارایوش کو نہ دیکھ سکیں۔ دارایوش کے فرار ہونے کی خبر ایرانی لشکر میں پھیلی تو ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ ایرانی صفیں بکھرنے لگیں۔ مقدونی لشکر نے پے بہ پے حملے کر کے دارایوش کے لشکر کے مرکزی حصے کا صفایا کر دیا۔ لیکن مقدونیوں کے لیے ابھی خطرہ باقی تھا۔ پارسی اور ہندی سواروں نے تیزی سے بڑھ کر سکندر کی جگہ لے لی، جو سکندر کے آگے بڑھنے سے خالی ہوئی تھی اور مقدونی لشکر کے بائیں بازو پر لگاتار

حملہ کر کے ان کا صفایا کیا۔ پار مینوں ان کا مقابلہ نہ کر سکا تو اس نے کمک حاصل کرنے کے لیے سکندر کے پاس سپاہی بھیجے۔ بائیں بازو کی ریزرو فوج کے سپاہی مدد کو آگے بڑھے اور ایرانی لشکر پر نہایت شدید حملہ کیا۔ اس سے ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سکندر نے بھاگنے والوں کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور رفقا کی سوار فوج لے کر پار مینوں کی طرف بڑھا۔ اب ایرانی لشکر بالکل بے بس تھا۔ ایرانی یکے بعد دیگرے کٹ کٹ کر مر رہے تھے۔ لڑائی کے طول پکڑنے سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ داریوش چھ ہزار سواروں اور تین ہزار پیادہ فوج کو ساتھ لے کر اربیل سے ہوتا ہوا میڈیا کی طرف نکل گیا اور فاتح کی دسترس سے باہر ہو گیا۔

بابل اور شوش پر سکندر کا قبضہ

فاتح سکندر داریوش کے تعاقب میں اربیل آیا۔ لاشوں کی بدبو یہاں تک اس طرح پھیلی ہوئی تھی کہ سکندر نے اربیل ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ یہاں سے فتح مند لشکر نے قدیمی تہذیب کے مرکز بابل کا رخ کیا۔ بابل کا والی مازہ واپس بابل پہنچ چکا تھا۔ اس نے سکندر کے آنے کی خبر سنی تو استقبال کو بڑھا اور اطاعت اختیار کی۔ بابل کے عوام اور مذہبی پیشواؤں نے بھی سر تسلیم خم کیا۔ سکندر کی خوشی کا اندازہ کرنا ممکن نہیں کہ یہ قدیمی شہر جو اپنے تمدن اور استحکام کی وجہ سے عالمگیر شہرت رکھتا تھا بغیر جنگ کے اس کے تصرف میں آ گیا۔ اس نے مازہ اور اس کے کنبے کو طرح طرح کی عنایات سے نوازا اور شہر میں داخل ہو گیا۔ سکندر کو دیوتاؤں کے مجسموں سے بڑی عقیدت تھی۔ یہاں اس نے بیل دیوتا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور حکم دیا کہ ہخامنشی بادشاہ خشایارشا نے جن معبدوں کو نقصان پہنچایا تھا انھیں پھر سے تعمیر کرایا جائے۔ اس کے احکام سے اہل بابل بہت خوش ہوئے اور اس کی اطاعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ یہاں سکندر نے اپنی فتح کے جشن منائے جن میں سپاہیوں نے گھوڑ دوڑ کے فن کے کمالات پیش کیے اور طرح طرح کی کھیلیں ہوئیں۔ دیوتاؤں کے نام پر قربانیاں بھی دی گئیں۔

سکندر کی فتوحات کا ردِّ عمل یونان میں

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یونان کے حالات پر نظر ڈالی جائے۔ سکندر یونان کا سپہ سالارِ کل تھا۔ اس کی فتوحات سے یونان ہی کا نام بلند ہوا تھا لیکن سکندر کا ہمہ گیر تسلط یونانیوں کو دل سے پسند نہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ایشیائی مہموں میں داریوش کو شکست نہ ہو۔ سکندر سے ان کی نفرت اور ایران کی طرفداری کی خواہش اکثر یونانیوں کے کردار سے ظاہر ہوتی ہے۔ سکندر اس صورتِ حال سے بے خبر نہ تھا۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ یونان صرف اسی وقت تک خاموش ہے جب تک اسے ایران کے مقابلے میں فتح حاصل ہو رہی ہے۔ جونہی کسی میدان میں اسے شکست ہوئی، اس کے ہم وطن ضرور اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند کریں گے۔

یونانی ایران کے ہمسائے تھے۔ صدیوں سے ایران کے ساتھ ان کے روابط قائم تھے۔ یونانیوں کے داخلی معاملات میں ایرانی بادشاہوں کا عمل دخل بھی انہیں ناگوار نہ گزرتا تھا۔ کیونکہ شاہِ ایران کی طرف سے ان کے خزانوں میں برابر دولت پہنچتی رہتی تھی۔ دوسری طرف یونانیوں کو یہ خیال بھی تھا کہ اگر سکندر کا تسلط مستقل ہو گیا تو ان کی خودمختاری قائم نہ رہ سکے گی۔ یونان میں طیبس کا علاقہ ایران کا سب سے زیادہ طرفدار تھا چنانچہ موقع ملتے ہی سکندر نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ یونانیوں کو یہ بھی یقین تھا کہ اگر سکندر نے ایران کو فتح کر بھی لیا تو یونان تنہا اپنی آزادی کی حفاظت نہیں کر سکے گا۔ اس خیال سے ترا کیہ میں سکندر کے خلاف شورش کے آثار پیدا ہوئے۔ ممنن نے لشکر فراہم کیا اور سکندر کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ مقدونیہ میں اینٹی پیٹر سکندر کا نائب السلطنت تھا اسے شورش کی خبر ہوئی تو اس نے ترا کیہ کی طرف پیش قدمی کی۔ ادھر اسپارٹا والے جنھوں نے کبھی سکندر سے تعاون نہیں کیا تھا، موقع کی تلاش میں تھے کہ سکندر کے خلاف کوئی محاذ قائم کریں۔ لاسدمونیوں کا حکمران خود اپنا

۱۔ کنت کورث: بحوالہ ایران باستان: ۴-۳-۱۴۰

لشکر لے کر تراکیہ کی کمک کے لیے آیا۔ ادھر سے سکندر کے اتحادی اینٹی پیٹر کی مدد کے لیے آ گئے۔ یونانی یونانیوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے۔ لاسدمونیو کا حکمران آنڑیس جنگ میں مارا گیا۔ سکندر کے مخالفین نے شکست کھائی اور شورش فرو ہو گئی۔

شوش میں سکندر کا ورود

بابل میں سکندر نے کچھ عرصہ آرام کیا تاکہ لشکر بھی کچھ سستا لے۔ اس عرصے میں سکندر نے بابل کے خزانے لشکر پر نچھاور کیے اور انھیں اجازت دی کہ کچھ عرصہ آرام و راحت میں بسر کریں۔ اس کے بعد سکندر شوش کی طرف متوجہ ہوا جو داریوش کا سرمائی صدر مقام تھا۔ اور پہاڑوں کے نشیب و فراز میں سے ہوتا ہوا بیس دن کی مسافت طے کر کے شوش پہنچ گیا۔ یہ شہر سکندر کے جرنیل نے مسخر کیا تھا جسے پہلے سے اس کام پر مامور کیا گیا تھا۔ یہاں سے اسے خزانہ اور دیوتاؤں کے پیتل کے مجسمے بھی ملے جو ہخامنشی بادشاہ خشایارشا ایتھنز سے اٹھوا لایا تھا۔ سکندر نے اپنی فتح کی یاد میں یہ مجسمے ایتھنز واپس بھیج دیے۔ یہاں بھی سکندر نے دیوتاؤں کے نام پر قربانیاں دیں۔ یہاں سکندر کا ان محلات شاہی سے بھی گزر ہوا جو داریوش اعظم اور اس کے جانشین نے بنوائے تھے۔ ایران کے عظیم بادشاہوں کے یہ محل اب سکندر کے قبضے میں تھے جن کی وسعت، جن کے نقش و نگار اور جن کی عظمت کو دیکھ دیکھ کر سکندر انگشت بدنداں تھا۔

شوش میں ایک مقدونی سالار امنتاس (Amyntas) مقدونیہ سے پندرہ ہزار کا لشکر لے کر سکندر کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں سکندر نے اپنے لشکر کو از سر نو ترتیب دیا۔ نئی تنظیم کے لیے اس نے ایک بورڈ قائم کیا جس نے لشکر کے سرداروں اور سپاہیوں کے ریکارڈ کا معائنہ کیا اور ان کی سفارش پر بہترین خدمات بجا لانے والوں کو ترقیاں دیں اور انعام و اکرام سے نوازا۔

اب پرسی پولس (تخت جمشید) پر فوج کشی کرنے کا فیصلہ ہوا یہ ہخامنشی خاندان کا مرکزی مقام تھا۔ پرسی پولس کی عظمت کی داستانیں دنیا بھر میں مشہور تھیں۔ سکندر چاہتا تھا کہ اس عظیم شہر میں فاتحانہ داخل ہو کر ہخامنشی عہد کا چراغ اپنے ہاتھوں سے گل کرے اور اس کی بجائے ایران

میں یونانی دور کی قندیل روشن کرے۔ پرسی پولس کو شاید سکندر بابل اور شوش کی طرح آسانی سے فتح کرلیتا لیکن راستہ نہایت دشوار گزار تھا۔ راستے میں پہاڑوں کا سلسلہ حائل تھا۔ جس کی اونچائی بعض مقامات پر چودہ ہزار فٹ ہے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ راستہ بہت تنگ تھا، جو برف سے اٹا ہوا تھا۔ درّے دشوار گزار تھے۔ چھوٹے بڑے دریا بھی حائل تھے جنھیں لشکر کو عبور کرنا تھا۔ داریوش کو یہ ہرگز توقع نہ تھی کہ سکندر موسم سرما میں فوج کشی کر سکے گا۔ لیکن سکندر نہیں چاہتا تھا کہ داریوش کو جنگ کی تیاری کا زیادہ موقع دے اس لیے تمام مشکلات کے باوجود اس نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ راستے میں اوکسیانی قبائل تھے جنھوں نے آج تک شاہ ایران کو خراج نہیں دیا تھا۔ بلکہ جب بادشاہ ان علاقوں سے گزرتا تو وہ محصول طلب کرتے۔ سکندر سے بھی انھوں نے راستہ عبور کرنے کا محصول مانگا۔ سکندر نے جواب دیا کہ اگر تم مال و دولت کے آرزومند ہو تو میرے لشکر میں شامل ہو جاؤ۔ لیکن وہ محصول لینے پر مُصر تھے۔ آخر سکندر نے ان کے دیہات پر حملہ کیا اور وہ مقابلے کی تاب نہ لا کر مختلف اطراف میں منتشر ہو گئے اور مقدونی لشکر کا کوچ بلاخطر جاری رہا۔

یہاں سکندر نے فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ پارمینوں کو حکم ہوا کہ سامانِ لشکر اور محاصرہ کرنے والی فوج کو لے کر اسی پہاڑی راستے پر بڑھتا جائے اور سکندر خود تیر اندازوں، نیزہ بازوں اور رفقا کو ساتھ لے کر ایک مختصر مگر دشوار گزار راستے سے چل پڑا۔ ایک سو تیرہ میل کا سفر طے کر کے پانچویں دن سکندر "دروازہ پارس" تک جا پہنچا جسے "دروازہ شوش" بھی کہتے تھے۔ آج کل یہ قلعہ سفید کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں شاہ ایران نے سات سو سوار اور چالیس ہزار پیادہ فوج متعین کر رکھی تھی۔ اس کی کمان آریوبرزین کے سپرد تھی جس پر داریوش کو پورا پورا بھروسہ تھا۔ دروازہ پارس ایران کی سطح مرتفع میں داخل ہونے کی گزرگاہ تھی۔ یہ قلعہ چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا تھا اس لیے قلعہ کی حفاظت کرنا آسان تھا لیکن اس تک پہنچنا مشکل تھا۔ سکندر اگر چاہتا تو بہبہان کے راستے بھی تخت جمشید تک پہنچ سکتا تھا جہاں سے پارمینوں اپنا لشکر لیے

ہوئے گزر رہا تھا لیکن سکندر یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا کہ اس کے عقب میں آریوبرزین ایک مسلح لشکر لیے بیٹھا ہو۔ ادھر سکندر تخت جمشید پہنچے اُدھر وہ شوش پر حملہ کر دے۔

سکندر "دروازۂ پارس" آپہنچا۔ اس قلعے کی دیواریں پہاڑ کاٹ کاٹ کر بنائی گئی تھیں جن میں شگاف کرنا آسان نہ تھا۔ مقدونی جب قلعہ کے قریب آئے تو ایرانیوں نے بڑی بڑی چٹانوں کو نیچے لڑھکانا شروع کیا۔ جو مقدونیوں کے اوپر گریں جن سے متعدد سپاہی ہلاک ہو گئے۔ اس کے علاوہ انھوں نے تیر بھی برسائے۔ مقدونی لشکر پریشان تھا کیونکہ بلا مقابلہ ہی ان کے سپاہی مر رہے تھے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ جلد از جلد ایرانی فوج تک پہنچنے کا کوئی راستہ ملے اور وہ دست بدست لڑائی کر سکیں۔ چٹانوں سے لپٹ لپٹ کر اوپر چڑھنے کی کوشش کرتے لیکن جونہی پھسلتے گر کر جاں بحق ہو جاتے۔ سکندر نے یہی مناسب سمجھا کہ یہاں سے لوٹ جائے۔ آخر ایک چرواہے نے مدد کی اور اس کی رہنمائی سے پہاڑوں کی تنگ گزرگاہوں سے ہوتے ہوئے دو راتوں میں وہ ایرانیوں کے عقب میں آپہنچے۔ صبح ہوئی تو مقدونی لشکر کے بگلوں کی صدا پہاڑوں میں گونجنے لگی۔ یہ فوج اچانک سر پر آپہنچی تھی جس سے آریوبرزین حیران و ششدر رہ گیا۔ وہ اپنی فوج میں نظم و ضبط قائم نہ رکھ سکا اور تمام ایرانی فوج مقدونیوں کے ہاتھوں کٹ کٹ مر گئی۔

تخت جمشید اور پاسارگد

سکندر کی اس کامیابی نے تخت جمشید جانے کا راستہ صاف کر دیا۔ تخت جمشید کو یونانی مورخ پرسی پولس لکھتے ہیں۔ بعض جدید محققین کا خیال ہے کہ ہخامنشی عہد میں اس کا نام پارس تھا۔ بہر حال اس قدیمی شہر کو اب تخت جمشید کہا جاتا ہے۔

سکندر آریوبرزین کی فوج کا قلع قمع کر چکا تو اس نے تختِ جمشید کا رخ کیا۔ اس خیال سے کہ تخت جمشید کا خزانہ اٹھا نہ لیا جائے سوار فوج کو ساتھ لے کر رات بھر سفر کرتا رہا صبح ہوئی تو دریائے کُور پر آپہنچا۔ یہاں اس نے پل بندھوایا اور دریا کو عبور کر کے تخت جمشید پہنچ گیا۔ اور شہر کا قدیمی خزانہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ خزانہ اتنا بڑا تھا کہ اسے اٹھانے

کے لیے دس ہزار خچر اور پندرہ ہزار اونٹ درکار تھے۔ اس" میں کوئی مبالغہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ نسلاً بعد نسلٍ ایشیا کے ہر ہر گوشے سے دولت ایران کے بادشاہوں کے پاس آئی اور یہاں جمع کی گئی۔ تختِ جمشید کی پوشیدہ دولت باہر آئی تو اس کا متمدن دنیا پر غیر معمولی اثر ہوا۔

اب سکندر تختِ جمشید میں کھڑا تھا جو ہخامنشیوں کا اصلی وطن تھا۔ یہاں کوروش اعظم نے آل ماد کی حکومت ختم کی تھی۔ اب وہ عظیم تاجدار یہیں ایک سادہ مگر پُر وقار مقبرے میں دفن ہے۔ یہاں اس کے جانشینوں نے پہاڑ کاٹ کاٹ کر محلاتِ شاہی تعمیر کیے تھے۔ سکندر نے ان محلات کو آگ لگا کر کھنڈرات میں تبدیل کر دیا تاکہ ہخامنشی حکومت کے خاتمے کا اعلان ہو جائے۔

پلوتارک نے آتش زنی کی کیفیت بالفاظ ذیل بیان کی ہے "مقدونی لشکر میں جو عورتیں تھیں ان میں بطلیموس (جو بعد میں مصر کا حکمران مقرر ہوا) کی محبوبہ تائیس بھی تھی۔ اس نے سکندر سے خطاب کر کے کہا "میرا جی تو اس وقت ٹھنڈا ہو گا جب میں تمھاری آنکھوں کے سامنے اس رفیع الشان محل کو محض تفریحاً آگ لگا دوں جس کے بنانے والے نے کبھی ایتھنز کو جلا کر راکھ کیا تھا"۔ اس کی بات سن کر سکندر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک جلتی ہوئی مشعل اس کے ہاتھوں میں دی۔ سب اسے دیکھ کر مشعلیں جلا کر رقص کرتے ہوئے دوڑے اور محل کے دروازوں اور چھتوں کو آگ لگا دی گویا اس طرح مقدونیوں نے یونانیوں کا انتقام سرزمین ایران میں پہنچ کر لیا۔ تختِ جمشید کے بعد سکندر پازارگد کی طرف گیا اور اس پر بھی قابض ہو گیا۔

۱۔ پلوتارک: مشاہیر یونان وروما: ۱۴۴

۲۔ سائیکس: ہسٹری آف پرشیا: دوم: ۲۶۰

۳۔ مشاہیر یونان وروما: ۱۴۶

ہمدان کی تسخیر ۳۳۰ ق م

تختِ جمشید اور پازاگدسے چل کر سکندر پندرہ دن میں ہمدان پہنچا جسے یونانی اکتانہ لکھتے ہیں۔ یہ شاہانِ ایران کا گرمائی صدر مقام تھا۔ یہ شہر بہت قدیمی ہے اور کوہ الوند کے مشرق طرف ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ ہمدان کے شہر کے قریب ایک پہاڑی مصلّٰی کے نام سے موسوم ہے۔ اس پہاڑی پر قدیم ہمدان کے آثار آج بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں کراسُو دریا کے ذریعے آبپاشی ہوتی تھی۔ یہاں بھی بادشاہوں نے خزانہ رکھا ہوا تھا جو بغیر کسی مقابلے کے سکندر کے ہاتھوں میں آگیا۔ یہاں تین سڑکیں ملتی تھیں۔ ایک بابل کو جاتی تھی دوسری شوش کو اور تیسری نینوا کو۔ راستے میں سکندر کو معلوم ہوا تھا کہ داریوش تیسری جنگ کی تیاری میں مصروف ہے لیکن ہمدان پہنچ کر اس نے سنا کہ داریوش بحیرۂ خزر کے ساحلی علاقوں میں چلا گیا ہے۔ ہمدان میں سکندر نے تسلی اور یونانی سوار فوج کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا اور انھیں مال و دولت کے انبار دے کر رخصت کر دیا۔ ان کی بجائے نئے پیشہ ور یونانی سپاہی فوج میں شامل کر لیے۔ ہمدان کا خزانہ سکندر نے جوں کا توں وہیں رہنے دیا اور چھ ہزار مقدونی سپاہیوں کا لشکر ہمدان میں متعین کر دیا۔ اس طرح ہمدان کو فوجی اہمیت حاصل ہو گئی۔

داریوش کا تعاقب : ۳۳۰ ق م

ہمدان سے سکندر اپنے حریف داریوش کے تعاقب میں نکلا۔ اور گیارہ دن کی مسافت طے کر کے رَے آگیا جس کے کھنڈرات تہران کے جنوب میں اب بھی نظر آتے ہیں۔ بارھویں دن اس کا گزر دروازۂ بحیرۂ خزر سے ہوا لیکن داریوش یہاں سے بھی نکل چکا تھا۔ سکندر کو اب امید نہیں تھی کہ داریوش اس کے ہاتھ آئے گا۔ وہاں سے سکندر پھر رَے واپس آگیا اور یہاں پانچ دن قیام کیا۔ اور تہران سے مشہد جانے والی سڑک پر روانہ ہوا۔ راستے میں اسے معلوم ہوا کہ بلخ کے والی بسّوس اور رُخّج اور سیستان کے والی براذاس اور ایرانی سوار فوج کے سپہ سالار نبرزن نے داریوش کو اسیر کر لیا ہے۔ سکندر منزل بہ منزل بڑھتا ہوا وہاں پہنچا جہاں ان ایرانیوں نے رات بسر کی تھی۔ یہاں سے وہ تیزی سے

ان کے تعاقب میں آگے بڑھا اور مختصر سا راستہ اختیار کر کے شام سے پہلے پہلے ان ایرانیوں کو جا لیا۔ بسوس کو جب سکندر کے آنے کی خبر ملی تو اس نے اس آخری ہخامنشی تاجدار کو ہلاک کر دیا۔

یہاں سے سکندر اس مقام پر پہنچا جہاں وہ رتھ موجود تھا، جس میں داریوش کی خون آلود لاش پڑی تھی۔ رتھ چلانے والا اپنے بادشاہ کو چھوڑ کر جا چکا تھا۔ داریوش کی موت پر اس عظیم ہخامنشی حکومت کا چراغ گل ہو گیا۔ یہ تعین کرنا مشکل ہے کہ داریوش کہاں قتل ہوا لیکن ایرانی مورخوں کا بیان ہے کہ اسے سمنان اور شہرود کے درمیان کہیں قتل کیا گیا۔

سکندر نے داریوش کا جسد خاکی تخت جمشید بھیج دیا جہاں شاہانہ شان و شوکت سے اس کی تجہیز و تکفین کی گئی (۳۳۰ ق م) سکندر نے داریوش کے گھرانے کی حرمت میں کسی قسم کا فرق نہ آنے دیا۔

داریوش پچاس سال کی عمر میں فوت ہوا۔ وہ ایک اچھا منتظم تھا اگرچہ عافیت پسند نہ تھا۔ اس کا مخالف اور کوئی بھی ہوتا تو وہ کامیابی سے اس کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ لیکن اس کی بدنصیبی تھی کہ وہ ایسے شخص کا مقابلہ کرنے پر مجبور ہوا جو ایک عظیم مدبر، اعلیٰ درجے کا فوجی شعور رکھنے والا جرنیل بلند مرتبہ سیاست دان اور بے باک محب وطن تھا۔

سکندر نے اہل پارت میں سے ایک مقتدر شخص کو پارت اور گرگان کا والی مقرر کیا اور ایک مقدونی جرنیل کو اس کا نائب بنا کر خود بسوس کی تلاش میں چل نکلا۔